جی ہاں علمائے دیوبند انگریز کے خیر خواہ ہیں

اگر تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دیوبندی مسلک انگریز کا لگایا ہوا وہ پودا جس نے امت کو تفریق کرنے اور گستاخیوں کے سوا کچھ نہیں کیا۔اوراس بات کی تائید دیوبندی مولویوں کی لکھی ہوئی اپنی کتابیں بھی کرتیں ہیں۔ان کے اندر ایسا مواد خود دیوبندیوں نے لکھا ہے کہ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دیوبندی حضرات انگریز کے خیر خواہ ہیں۔مگر تاریخ کو مسخ کرتے ہوئے دیوبندی ملاؤں نے اپنے گھر کی کتابوں کے حوالہ جات کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی۔ان کی چالاکیوں لن ترانیوں اور ڈرامہ بازیوں کا پوسٹ مارٹم پیش خدمت ہے۔

حوالہ نمبرا۔ مکالمۃ الصدرین ص١٠ پر مولوی اشرف علی تھانوی کے متعلق یہ تسلیم کیا گیا کہ وہ انگریز سے ٦٠٠ روپے ماہوار لیتے تھے۔

شبہ۔ اس پر سرمجاہد،سرفراز اور ساجد نے یہی نے لکھا کہ

مکالمۃ الصدرین مستند کتاب نہیں۔کیوں حسین احمد لکھا کہ رسالہ مذکورہ مرتب کی اختراع ہے جسے غلط طور پر علامہ عثمانی سے منسوب کیا گیا ہے۔اوردوسری بات یہ کی کہ اس الزام کی تردید مولوی اشرف علی نے خود کی ہے۔

ازالہ۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ اس کتاب کے مندرجات کو عثمانی صاحب سے منسوب کیا گیا بلکہ انہوں نے خود پڑھنے کے بعد اسکو چھپوایا۔اس پر شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

انوارالحسن نے لکھا کہ

مولانا طاہر نے۔۔۔۔اس مکالمہ کو مرتب کر کے مولانا عثمانی کو دیکھایا تھا(کمالات عثمانی ص٩٩)

اسی طرح لکھا کہ

یہاں تک کہ مولانا محمد طاہر صاحب کا مرتب کردہ مکالمۃ الصدرین کا مضمون آپ نے ملاحظہ کیا اور جہاں کہیں ترمیم کی ضرورت پڑی وہاں میرے سامنے ترمیم فرمائی۔(حیات عثمانی ص ص٤٨٠)

اب یہ کہنا کہ یہ مستند نہیں یہ دھوکہ بفراڈ اورڈارامہ بازی ہے۔جہاں تک بات حسین احمد کی تردید کی تو جوابا عرض ہے کہ کیا شبیر احمد عثمانی نے اس بات کی تردید کی ہے؟نہیں کی تو دیوبندی اصول کے مطابق کسی اور کے مقابلے اپنی بات زیادہ معتبر ہوتی ہے کیونکہ عثمانی صاحب نے خود اس کی تائید وترمیم کی تھی۔اور جہاں تک یہ بات کہ حسین احمد نے تردید کی تو عرض ہے کہ یہ تو اس کی مجبوری تھی کیونکہ اس میں تھانوی کے علاوہ اس کی پاکستان دشمنی اور ہندو نوازی بھی آشکار ہے۔

پھر یہ کہنا کہ مولوی عثمانی نے الزام نقل کیا ہے یہ بھی پرستان دیوبند کی غلط فہمی ہے کیونکہ وہ آگے کہتا ہے

اب حکومت اگر مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے،مگر اسے علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جارہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعا اس میں ماخوذ نہیں ہوسکتا (مکالمۃ الصدرین ص١٠)

اب ہمیں یہ سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ اگر یہ الزام ہی تھا تو صفائی دینے کی کیا ضرورت تھی؟اور یہ کیوں کہا کہ اس پر شرعی مواخذہ نہیں؟یعنی جرم تو کیا ہے مگر کیا لاعلمی میں ہے لہذا قابل مواخذاہ نہیں۔تو اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ اس نے یہ الزام نہیں بلکہ حقیقت نقل کی تھی۔اور اس بات کا بھی اقرار کرلیا کہ تھانوی کو انگریزوں نے استعمال کیا۔

رہ گئی یہ بات کہ اس کو خبر نہ تھی تو اسکا ازالہ بھی خود اشرف علی تھانوی نے کر دیا۔ کہتا ہے

ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیسا برتاو کرو گئے؟ میں نے کہا کہ محکوم بنا کر رکھیں گے۔ کیوں کہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم ہی بنا کر رکھیں گے۔ مگر ساتھ ہی اس کے نہایت آرام وراحت سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ج٦ ص ١٠٢)

اس حوالہ سے پیسے ملنے والی بات کو مکمل تائید حاصل ہوگئی اور یہ واضح ہوگیا کہ تھانوی صاحب کو انگریزوں سے چھ سو روپیہ ملتا تھا جس کو انہوں نے آرام سے تعبیر کیا۔ لہذا اب یہ کہنا کہ یہ محض الزام ہے بالکل خلاف واقع ہے۔ اور جہاں تک تردید کی بات تو جوابا عرض ہے کہ جو حوالہ پرستان دیوبند نے دیا ہے اس میں یہ بات بالکل بھی نہیں کہ اشرف علی تھانوی نے خود تردید کی ہے بلکہ کسی ایک شخص کے قول کی بات کی ہے اور خود تردید بالکل نہیں کی۔ لہذا یہ کہنا کہ اس نے تردید کی ہے یہ دجل اور فراڈ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

چند الزامات کے جواب میں

الزام نمبر١

چلتے چلتے مولوی ساجد لکھتا ہے

اعلی حضرت نے انگریز کی مخالفت کی بجائے ہر اس بندے پر فتوی لگایا جس نے انگریز کی حمایت کی۔ اور ہمارے اکابر نے انگریز کی مخالفت کی۔

الجواب۔ جوابا ہم پوچھنا چاہتے ہیں کیا مرزا غلام احمد نے انگریزوں کی مخالفت کی تھی؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اور اعلی حضرت نے تو اس پر بھی فتوی لگایا تھا اور ایسا فتوی کہ جیسے گرز غزنوی لگا تھا سومنات میں (عشق رسول کے ایمان افروز واقعات ص ١٢٨) تو تمہارے اصول سے تو مرزا غلام احمد انگریز کا مخالف ثابت ہو۔ اور پھر تمہارے اکابر جنہوں نے پوزیشن کی صفائی کے لئے مرزا پر فتوی لگایا وہ بھی انگریز کے ایجنٹ ثابت ہوئے۔

اسی طرح اعلی حضرت نے تو نیچری سر سید احمد خان پر بھی فتوی لگایا تھا کیا وہ بھی انگریز کے مخالف تھا؟۔ اور اسی سر سید پر تو تھانوی کا فتوی بھی ہے کیا اسے بھی انگریز کا ایجنٹ کہو گئے۔؟

تو بات کرنے کا مقصد ہے کہ اعلی حضرت نے فتوی انگریز کی موافقت یا مخالفت کی وجہ سے نہیں بلکہ عزت وحرمت رسول اور مذہب اسلام کی عظمت کی حفاظت کی خاطر لگایا۔ پھر عرض ہے کہ معترض صاحب نے ایک نقطے کی یہاں کمی کی ہے اگر وہ نقطہ لگا دیتے تو بات صاف ہو جاتی کہ اعلی حضرت نے تو بقول اشرف علی تھانوی تمہیں کافر بتایا تھا بنایا نہیں۔ (افاضات ج٩ ص ٢٩) اعلی حضرت نے تمہارے مولویوں کو نہیں کہا تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرو یہ بکواسات خود انہوں نے کی تھی جن پر علمائے عرب وعجم نے ان پر کفر کا فتوی دیا تھا۔ جو آج بھی حسام الحرمین کے نام سے تمہارے سروں پر کھلی تلوار ہے۔ باقی خود تمہارے مولوی نے اقرار کیا ہے کہ اگر احمد رضا خان کفر کا فتوی نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔ (اشد العذاب ص ١٣)

اسی طرح ایک مولوی نے لکھا کہ اگر علمائے بریلی نے نیک نیتی سے ٹھیک سمجھ کر علمائے دیوبند پر یہ الزامات لگائے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے۔

الجواب: ایسی صورت میں ان کو ثواب ہوگا

ضرب شمشیر ص ٦٢

ایسے ہی دیوبندیوں نے تسلیم کیا کہ اعلی حضرت نے عشق رسول کی وجہ سے ان پر فتوے لگائے۔ اشرف السوانح میں ہے

مولوی احمد رضا خان بریلوی کی بھی جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً
اور حضرت والا سے خصوصاً شہرہ آفاق ہے ان کے بھی برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شدومد کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہو
(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۳۱)

ایسے ہی ایک اور صاحب لکھتے ہیں

''مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ بھئی مولانا احمد رضا خان ہم لوگوں کو برا کہتے ہیں غصہ ہے شاید ان کو۔ شاید وہ یہی سمجھتے ہوں کہ ہم گستاخی کرتے ہیں حضور کی شان میں اس وجہ سے وہ غصہ کرتے ہیں یہ جذبہ اللہ کے یہاں بڑا قابل قدر ہے۔ کیا بعید یہی جذبہ ان کیلئے ذریعہ نجات بن جائے''
(مسلک علمائے دیوبند اور حب رسول ص ۶۷)

باقی مسلمانوں کو کافر و مرتد کون بناتا ہے اس کا اقرار خود دیوبندی مولوی کی زبانی سنئے لکھتا ہے

ہمارا زورِ زبان اور زورِ قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے، اس کا کوئی حصہ سرحدات اور اصول ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے بالمقابل ہم سب بنیان مرصوص کیوں نہیں بن جاتے؟''
(وحدت امت، ۳۴۳۳)

پھر اعلی حضرت نے تو چند معین اشخاص کی تکفیر کی جبکہ تم لوگوں نے امت کی اکثریت کو مشرک بنا ڈالا (تقویۃ الایمان ص ۹، ۱۰، توحید و شرک کی حقیقت ص ۳۴)

یہاں پر ایک بات اور بھی عرض ہے کہ ہمارے مخالفین نے اعلی حضرت کو ایک فریق سمجھ لیا ہے جب کہ وہ ایک فریق نہیں بلکہ فریق کے ایک وکیل تھے۔ اعلی حضرت سے پہلے بھی علماء نے وہابی فرقے کی مخالفت کی تھی اور علمائے دیوبند کی عبارات کو گستاخانہ قرار دیا تھا تحذیر الناس کی اعلی حضرت سے پہلے بھی مخالفت کی گئی تھی۔

اشرفعلی نے قصص الاکابر میں لکھا کہ جب تحذیر الناس وجود میں آئی تو کسی نے اسکی تائید نہیں اور ملفوظات میں لکھا کہ سب نے مخالفت کی اب اس مخالفت کی نوعیت کیا تھی اس کو بھی خود واضح کر دیا لکھتے ہیں

مولانا کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں (ارواح ثلاثہ ص ۲۰۱)

لہذا اس بیان سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کی تکفیر ان کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی اعلی حضرت نے تو فقط سابقہ علما کا ساتھ دیا تھا۔

اس بات کا اقرار خود نانوتوی صاحب نے بھی کیا کہتے ہیں

دہلی کے اکثر علماء (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) نے اس نکارہ کے کفر پر فتوی دیا ہے (قاسم العلوم ص ۳۰۸، ۳۰۹، ختم نبوت اور خدمات حضرت نانوتوی ص ۳۳۲)

اسی طرح براہین قاطعہ پر بھی مصنف تقدیس الوکیل نے فتوی دیا تھا جس پر علمائے عرب کی تائید بھی تھی۔

جہاں تک بات حفظ ایمان کی تو اس کے بارے میں تو خود دیوبندی حضرات کے ممدوحوں نے کہا کہ اس میں گستاخی کی بو آتی ہے اور اس کی مخالفت پر

حضورﷺ کی خواب میں زیارت بھی ہوئی اور آپ نے خوشی کا اظہار بھی فرمایا (سیرت النبی بعد از وصال النبی ج ۶ ص ۶۹۔۱۷۱)
اور پھر خود دیوبندی حضرات بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ہوسکتا ہے کہ اعلی حضرت کی مخالفت کا سبب عشق رسول ہو۔(حب رسول اور علمائے دیوبند ص ۶۷)
لہذا اعلی حضرت فتوے انگریز کی ایما پر نہیں بلکہ ناموس رسالت کی حفاظت کرتے ہوئے عشق رسول میں لگائے تھے۔ہاں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ دیوبندیوں نے انگریز کی ایما پر گستاخیاں کی اور ان سب کا مقصد ایک نیا نبی متعارف کروانا تھا۔
اگر دیوبندیوں کی کتب دیکھیں جائیں تو ان میں دو کام بکثرت ملتے ہیں۔انبیا کی توہین ان کے مقام کو گرانا اور اپنے مولویوں کو ان کے مقام سے اٹھا کر نبیوں کے مقام پر جا بٹھانا۔تو اس کا مقصد یہ تھا کہ جب نبی اکرمﷺ کو ایک عام بشر ثابت کر دیا جائے اور یہ باور کروا دیا جائے کہ آپکو کچھ اختیار نہیں۔اور آپ ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔اور مر مٹی میں مل گئے آپکا علم تو شیطان سے بھی کم ہے۔بلکہ آپ کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں حتی کہ یہاں تک لکھ دیا کہ حضورﷺ کا جو علم غیب ہے ایسا علم غیب تو پاگلوں، بچوں مجانین وبہائم کو بھی حاصل ہے اور اس کے بعد اپنے مولویوں کے بارے میں بڑے بڑے دعوے کئے گئے۔مگر افسوس یہ کہ بازی مرزا غلام احمد لے گیا۔اب جب دیوبندیوں نے دیکھا کہ کہیں ہمارا پول نہ کھل جائے تو انہوں نے بظاہر مرزا کی مخالفت شروع کر دی مگر اصل سبب کیا تھا وہ تھا اپنی پوزیشن کی صفائی۔یہ بات میں نہیں کہتا بلکہ مولوی منظور نعمانی لکھتا ہے

اور دوسرے علماء دیوبند کی وہ علمی اور عملی مساعی، جو قادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے۔ختم نبوت کے لئے بانی دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی <u>پوزیشن واضح کرنے</u> کے لئے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے زائد ہے

(فتوحات نعمانیہ ۳۳۰)

میں اس پر کوئی تبصرہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔انصاف پسند حضرات خود ہی اس عبارت کا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔اور پھر خود مولوی خضر حیات نے لکھا کہ اوکاڑوی کمپنی (دیوبندی) یہ تقیہ کرتے ہیں (اکابر کا باغی کون صفحہ ۱۳)
اس تمام گفتگو سے واضح ہوگیا کہ بالفرض انہوں نے انگریز کی مخالفت کی بھی ہو تو ان حوالہ جات سے واضح ہوگیا کہ وہ بطور تقیہ تھی۔ورنہ حقیقت میں تو یہ انگریز کے وفادار اور خیر خواہ ہیں جیسے مولوی سرفراز نے عاشق الہی میرٹھی کے بارے میں لکھا کہ
یہ عبارت مولانا گنگوہی کی نہیں بلکہ یہ مولف تذکرۃ الرشید کی اپنی ہے اور یہ ان کا ذاتی نظریہ اور عندیہ ہے، <u>جو برطانیہ کے وفادار اور خیر خواہ تھے</u>۔(اظہار العیب ص ۱۰۳، ایضاح سنت ص ۱۱۱)
سید محمد احمد نے یعقوب نانوتوی کے بارے میں لکھا کہ

صدر مدرس یعقوب صاحب انگریز کے بہی خواہ تھے (حیات وخدمات عبید اللہ سندھی ص ۲۴)

عبید اللہ سندھی کو دالعلوم دیوبند سے کیوں علیحدہ کیا گیا اس پر ایک اور ناقابل تردید شہادت پیش خدمت ہے۔حسین احمد مدنی صاحب رقم طراز ہیں کہ
اصلی سبب وہ امر ہے جس کی بنا پر مسٹن گورنر یوپی دیوبند اور دارالعلوم میں گیا تھا اور مہتمم صاحب کو شمس العلماء کا خطاب ملا تھا (نقش حیات ص ۲۶۱)

"دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ ہر دور میں انگریز دشمنی کے باغیانہ جذبات ابھر رہے تھے لیکن اتفاق سے دونوں درس گاہوں کے ارباب اہتمام اور اصحاب اختیار سرکار پرست تھے۔اب یہ کہنا بڑا المیہ تھا کہ مولانا محمد قاسم جو انگریزوں کے خلاف 1857ء میں لڑتے (کون سے محاذ پر لڑے اس کی وضاحت درکار ہے۔) ان کے صاحب زادے حافظ محمد احمد جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے "شمس العلماء" کا خطاب قبول کرتے ہیں اور انگریزی حکومت کی طرف سے ان کے لئے اڑھائی سو روپے (-/250) ماہانہ وظیفہ مقرر ہوتا ہے۔اس سلسلے میں گورنر یو۔پی دارالعلوم میں گیا۔" (افادات ملفاضات امام عبیداللہ سندھی ص 307)

سید محمد میاں صاحب کیا لکھتے ہیں

"کفایت شعار انگریز نے انعامات کا بار اپنے بجٹ پر ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور وفا شعار نیازمند اس پر خوش ہو گئے۔چنانچہ ایک عرصہ تک خطابات کی گرم بازاری رہی۔خان صاحب، رائے صاحب، خان بہادر، رائے بہادر، راجہ، مہاراجہ، سر وغیرہ درجہ بدرجہ خطابات تھے۔جو نہ صرف وفاداری، بلکہ عموماً ضمیر فروشی کے معیار پر دیئے جاتے تھے۔ایک طرف وفاداری، آستانہ بوسی، اور کاسہ لیسی کی یہ فزاتھی جو پورے ملک پر چھائی ہوئی تھی مگر دوسری طرف وہ سخت بلاکش بھی تھے جن کی زبانیں اگر چہ بند مگر جذبات ٹھنڈے نہیں ہوئے تھے"

اسیران مالٹا ص ۲۸،۲۹

۔مولانا عثمانی لکھتے ہیں کہ

"اس جلسے جلوس کے بعد حافظ محمد احمد صاحب کو گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ایک ماہ بعد شمس العلما کا خطاب بھی مل گیا"

حیات عثمانی ص ۱۵۹

اب اس پر بجائے اس کے کہ ہم کچھ تبصرہ کریں دیوبندی مصنف کا حیرانی و پریشانی سے بھرپور تبصرہ پیش خدمت ہے لکھتے ہیں

if the footnote is by Hadrath madni ,then also we are not ready to believe that Hazrath Mohtamim and deputy mohtamim favoured the English by their heart.(Silk Letter Movement page no 72)

اس کے علاوہ خود محمد میاں نے بھی اس مہتمم دالعلوم کے انگریزی وفادار ہونے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا۔

Nevertheless,the fact is that the two mohtamims had contacts with authorities of the government during the time of this movement ,even they invited the Governer of UP to Darul uloom Deoband and presented him preceptiom .Because of this relation ,Hafiz Ahmad was awarded with the titel of Shams ul Ulama(Silk Letter Movement page no 71)

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آگے سنو مولوی منظور نعمانی لکھتا ہے

کیونکہ حضرات بدایوں ،علماء فرنگی محل۔۔۔۔حتیٰ کے مولانا احمد رضا خان کے بھی متعدد خلفاء مولانا مختار احمد میرٹھی وغیرہ اس وقت مولانا آزاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے ساتھ انگریزی حکومت کے خلاف جنگ میں ایک صف میں کھڑے ہوگئے ۔(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندستان کے علمائے حق ص۹۰)

جناب غور سے پڑھو آپ کے گھر والوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ علمائے اہلسنت نے انگریز کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔اور انگریز کے خلاف چلنے والی تحریکات میں حصہ لیا۔

تحریک پاکستان

پھر جہاں تک تحریک پاکستان دیوبندیوں کے کردار کی بحث تو تاریخ کا ادنی طالب علم بھی اس بات سے واقف ہے کہ جس جماعت نے سب سے زیادہ پاکستان کی مخالفت کی وہ جماعت دیوبند ہے۔اگر ہماری یہ بات دیوبندیوں کو بری لگےتو اس سلسلہ میں خود دیوبندیوں کا بیان پیش خدمت ہے۔

عتیق سنبھلی نے لکھا کہ

وہ دارالعلوم جس کے چپہ چپہ پر قیام پاکستان کی مخالفت ثبت ہے جس کی ایک ایک اینٹ سے نہیں بنے گا پاکستان کے نعروں کی بازگشت سنی جاسکتی ہے جس کے بے غرض اکابر نے تحریک پاکستان کی مخالفت پر اپنی عزتیں لٹائیں اور جانوں کی بازیلگائی اور جو بلانزاع تحریک پاکستان کی مخالفت کا سب سے بڑا اور پرجوش مرکز غیر منقسم ہندوستان میں تھا(ماہنامہ الفرقان لکھنو بابت ربیع اول ستمبر۱۹۶۱ص ۲)

مزید سنو خالد محمود لکھتا ہے

پاکستان شاہ جی کے سیاسی نقشے کے خلاف بنا (مناظرے ومباحثے ص ۲۶۷)

مسلم لیگ کے نزدیک ہندوستان کی ۹ کڑ ور اقلیت کے مسئلے کا حل پاکستان تھا۔احرار کا اس سے سیاسی اختلاف تھا(سید عطاءاللہ شاہ بخاری ص ۳۱۸)

اسی طرح عطاءاللہ نے کہا کہ

یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے قیام پاکستان کی مخالفت کی مگر جو کچھ کہا اور جو کچھ سمجھا وہی کچھ کہا، ہمارا ضمیر اس وقت بھی مطمئن تھا شرمندہ آج بھی نہیں ہے (سید عطاءاللہ شاہ بخاری ص۳۲۵)

ایسے حسین احمد نے کہا کہ

جمعیۃ تقسیم کے خلاف تھی (معارف وحقائق ص ۲۳۳)

مولوی تصدق حسین نے کہا کہ

میں اپنے وطن ہندوستان کو چھوڑ کر پاکستان منتقل ہونے کو اب تک بری نظر سے دیکھ رہا ہوں (معارف وحقائق ص ۲۳۱)

میز ید لکھا گیا کہ

ہاں ان کی رائے درابرہ تحریک آزادی غلط سمجھتا ہوں (مکتوبات ج ۲ ص ۳۳۰، معارف وحقائق ص ۲۴۹)

علماء ہند کی بڑی تعداد پاکستان کی حامی تھی لیکن جمیعت علماء ہند کے دینی اثر ورسوخ کی وجہ سے اس کی راہ میں مشکلات پیش آرہی تھیں (بیس علماحق ص ۷۰)

سوانح عبدالقادر رائے پوری ص ۱۴۹

جہاں تک دیوبندی مصنفین کا اپنے اکابرین کے یہ بیانات نقل کرنا کہ وہ پاکستان کے حق میں تھے جیسے عطاءاللہ شاہ بخاری صاحب کے سوانح نگار نے شاہ جی اقوال پاکستان کے حق میں نقل کیے تو اس کا جواب دیوبندیوں ہی کی زبانی پیش خدمت ہے۔

اس کے بعد جب دیوبندیوں (یہاں پر بریلوی کا لفظ تھا ہم نے گفتگو کی مناسبت سے دیوبندی کر دیا ہے) کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اب تو پاکستان بن اور ہمارا مستقبل پاکستان میں نہایت مخدوش ہے۔ لہذا اب مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت شروع کر دی جائے (تحریک پاکستان ص ۲۶)

کس قدر صحیح اور درست تبصرہ کیا حضرت مصنف نے اور اس بات کی قلعی کھول دی کہ دیوبندیوں نے آخر میں پاکستان کی تائید کیوں کی۔ اور پھر اشرف علی تھانوی کے بارے میں ایک فاضل دیوبند لکھتے ہیں۔

خیر یہ تو وہ حضرات تھے جو سرے سے ہی آزادی اور برطانیہ سے گلو خاصی کے خلاف تھے (شیخ السلام مولینا حسین احمد مدنی ص ۳۶۴)

الزام نمبر ۲۔

پھر کہا کہ انگریزوں نے خود اعلی حضرت کو اپنا ایجنٹ کہا۔

ازالہ: آپ کے مسلک کے سرفراز گکھڑوی نے لکھا کہ

یہ عبارت مولف تزکرۃ الرشید کی اپنی عبارت ہے اور شرعا قانونا اور اخلاقا یہ ضروری نہیں جو رائے آدمی دوسرے کے بارے میں خود قائم کرے وہ اس پر نافذ ہو (اظہار العیب ص ۱۰۸)

لہذا یہ حوالہ آپکو شرعا قانونا اخلاقا کسی طرح بھی مفید نہیں۔ مزید سنئے آپکے ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں

اس کے بعد ثبوت میں پیش کیا تو ایک انگریز کی تحریر۔ اگر اسی طرح کسی بات کو ثابت کیا جائے اور اسی کا نام منطق اور استدلال رکھا جائے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ فریب دھوکہ دہی، جھوٹ اور غلط شہادت کے معنی لغت میں کیا ہونگے (زلزلہ در زلزلہ ص ۴۶)

مزے کی بات یہ کہ معترض مذکورہ خود لکھتے ہیں کہ

کسی اور کی عبارت لیکر کسی اور پر فٹ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ (سر بکف مجلہ ۲ ص ۹۶)

پھر جو حوالہ معترض نے نقل کیا اسمیں انگریز مصنف نے اعلی حضرت کی ترک موالات اور تحریک خلافت کی مخالفت کو انگریزی حکومت سے وفاداری سے تعبیر کیا۔ جبکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اعلی حضرت نے اس کی مخالفت انگریزوں سے وفاداری کے لئے نہیں بلکہ اصولی طور پر دو قومی نظریے کی بقا کے لئے کی تھی۔ کیونکہ اعلی حضرت ہندو مسلم اتحاد کو غلط سمجھتے تھے۔ اور یہ دو قومی نظریے کی بنیاد ہے۔ اور خود دیوبندی تقی عثمانی نے اس بات کو تسلیم کیا کہ غیر مسلم سے دوستی ان کو رازدار بنانا یہ غلط ہے اور ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ دو قومی نظریے کے خلاف ہے۔ (دو قومی نظریہ ص ۱۵، ۱۷، ۲۱) اور اگر اعلی حضرت اسی سے انگریز کے ایجنٹ ثابت ہوتے ہیں تو پھر اس اصول سے تھانوی صاحب بھی انگریز کے پکے ایجنٹ ثابت ہوئے کیوں کہ ان کے نزدیک تحریک خلافت فتنہ و فساد تھی (معارف وحقائق ص ۴۱۳)

ایک اعتراض اور اس کا جواب۔

دیوبندی حضرات کے اکثر مصنفین نے علماء اہلسنت کی پاکستان دشمنی ثابت کرنے کے لئے ان کے مسلم لیگ اور قائد اعظم کے خلاف فتاوی جات

نقل کیے ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ کیا آپ لوگوں نے قائد اعظم کو کافر اعظم *اور مسلم لیگ کو بددین جماعت کہا کہ نہیں؟

*مکالمۃ الصدرین ص۲۳، خطبات احرار ص ۳)

اور پھر ہمارے علما نے اگر لیگ کی مخالفت کی بھی تو اس کی وجہ شرعی امور تھے نہ کہ تحریک پاکستان دشمنی کیونکہ اگر انہوں نے لیگ کی مخالفت کی بھی تو ان سے کانگرس کی حمایت ثابت نہیں۔ جبکہ آپ کے کانگرسی ملاؤں تحریک پاکستان کی دشمنی میں قائد اعظم ولیگ پر فتوے لگائے۔ ہم تمام اکابر اصاغر دیوبند کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ دکھائے کہ کس ہمارے معتبر مستند عالم نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی ہو؟ مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

دارالسلام کی بحث

شورش کشمیری صاحب لکھتے ہیں

''کہ کئی علما نے برطانوی عملداری کے حق میں فتوے جاری کیے حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے بعض علما سے بھی ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کے فتوے حاصل کیے گئے''۔

ابوالکلام آزاد ص ۴۰۲، ۴۰۳

ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے حوالہ سے شورش کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ

''ڈاکٹر ہنٹر کی محولہ کتاب سے ان علماء فضلا کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت تنسیخ جہاد کا فتویٰ دے رہے تھے۔ کتاب کے آخر میں مکہ معظمہ کے حنفی، شافعی اور مالکی فقیہوں کا فتویٰ درج ہے جو ان سے حال کیا گیا اور ہندوستان کے مسلمانوں میں شدومد سے تقسیم کیا گیا۔ استفتاء تھا کہ ہندوستان کے صحیح حکمران اسلام کے تمام احکام مثلاً صوم وصلوٰۃ اورحج وزکوۃ وغیرہ میں مداخلت نہیں کرتے تو کیا ہندوستان دارالاسلام ہے کہ نہیں ہر سہ فقیہوں نے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دیا اور لکھا کہ ہندوستان دارالحرب نہیں اور جہاد دارالحرب میں جائز ہے'' (تحریک ختم نبوت ص ۱۴)

علمائے حق کی طرف سے دارالاسلام قرار دیئے جانے کے فتویٰ پر ڈاکٹر ہنٹر کے ردعمل کو شورش کشمیری نے یوں نقل کیا ہے

''ہر سہ فقیہوں نے ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دیا اور لکھا ہندوستان دارالحرب نہیں اور جہاد دارالحرب میں جائز ہے ۔ہنٹر نے اس فتویٰ کو عیاری قرار دیا اور اس سے بھی جہاد کے معنی پیدا کیے''

تحریک ختم نبوت　ص ۱۴

اعلیحضرت کی انگریز دشمنی

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ فرماتے ہیں کہ

''ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار در ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کو خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور رسول نہ تنبیہ وآگاہی مسلمین کے لیے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصاریٰ اس کا مقصد ومدعا ہو اور ساتھ یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار

در ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی مشرکین کے لیے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے"

رسائل رضویہ جلد ۲ ص ۱۴۴

اس اعتراض کے جواب اور دیوبندیوں کے فتاوی جات کی تفصیل کے لئے محاسبہ دیوبندیت اور انوار احناف کا مطالعہ کریں۔

حوالہ نمبر ۲ ۔تبلیغی جماعت کو ابتدا میں کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔(مکالمۃ الصدرین ص ۸)

شبہ: اس پر بھی یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ غیر معتبر کتاب ہے ۔اور پوری عبارت میں یہ ذکر ہے کہ بعد میں روپیہ بند ہو گیا۔اگر تبلیغی جماعت انگریز کے مقاصد کے لئے استعمال ہو رہی تھی تو یہ بند کیوں ہو گیا۔اور انگریز نے بعض انجمنوں کو پھانسنے کے لئے یہ کام کیا اور خود بریلویوں نے مانا ہے کہ تبلیغی جماعت دین کا کام کرتی ہے۔

الجواب: پہلی بات کا جواب تو ہو چکا کہ مکالمۃ الصدرین کو خود مولوی عثمانی نے پڑھنے کے بعد چھپوایا۔اور رہ گئی یہ بات کہ بند ہو گیا تھا تو جناب مقاصد پورے ہو جائیں تو امداد بھی بند کر دی جاتی ہے۔اور جہاں تک یہ بات کہ تبلیغی جماعت دین کا کام کرتی ہے تو اس پر جو حوالہ آپ نے دیا وہ غیر معتبر کتاب کا ہے۔لیکن آیئے ہم اس جماعت کا تعارف آپ کے علما کی عبارات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

اس جماعت کی بنیاد تو جذبہ جہاد کو مٹانے کے لئے تھی تبلیغ کا لبادہ تو لوگوں کو پھانسنے کے لئے نقل کی تھی۔(انکشاف حقیقت ص ۱۳)

اب ساجد صاحب بتائیں کیا جہاد کو ختم کرنا دین کی خدمت ہے۔

تھانوی صاحب کے خلیفہ لکھتے ہیں

دین ہی کے نام سے عام امت محمدی کو دین کے راستے سے بہکانے اور ہٹا ڈالنے کا کام تبلیغ رکھا گیا ہے۔

(شاہراہ تبلیغ ص ۳۶)

مزید سنیئے لکھتے ہیں کہ

جو خود بے علم ہو کر حق و باطل میں تمیز کرنے سے محروم امت مرحومہ میں گمراہی پھیلانے کو آج اعلی سے اعلی خدمت دین کے منصب دار بن جاتے ہیں(شاہراہ تبلیغ ص ۳۸)

کیوں جناب ساجد صاحب آپ کے گھر والے ہی اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت گمراہی پھیلا رہی ہے۔

آیئے ذرا تھوڑا سا تعارف اور ملاحظہ کر لیں۔آپ کے مولانا صدیق صاحب کلمۃ الہادی کتاب پر تقریظ میں لکھتے ہیں

اب اس جماعت سے ایسے لوگ پیدا ہوں، جو مدارس کے دشمن، علماء کے دشمن، درس قرآن کے دشمن، جہاد کے منکر اعمال کے پابند اور عقائد سے عاری ہوتے ہیں، دشمنان صحابہ ہوتے ہیں(کلمۃ الہادی ص ۳۸)

"آخر میں ایک فیصلہ کن حوالہ پیش خدمت ہے جس سے ہمارے دونوں مدعی ثابت ہوتے ہیں۔مفتی سعید صاحب لکھتے ہیں

بتایا گیا کہ تبلیغی جماعت اس وقت مرزائی قادیانی کی تعلیمات کا پرچار کروا رہی ہے اور اپنے قادیانی نظریات انگریز گورنمنٹ کے سائے میں یہ جماعت پھیلا چکی ہے(سنگین فتنہ ص ۲۹)

اسی سے آج دنیا کی نگاہوں میں ہوئے رسوا

محبت میں جسے تا عمر اپنا راز داں سمجھے

حوالہ نمبر ۳۔

مولانا رشید احمد اور مولانا قاسم نانوتوی اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔

شبہ: کہا کہ یہ عبارت مولف تزکرۃ الرشید کی ہے۔اور مختلف حوالہ جات نقل کر کے کہا کہ ان سے مولانا گنگوہی اور انکے رفقا کا گرفتار ہونا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا ثابت ہوا۔اور لفظ سرکار کا اطلاق اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔

ازالہ: جہاں تک تزکرۃ الرشید کی بات تو عبارت جس کی بھی ہو مولوی تو تمہارا ہے۔لہذا یہ کہنے سے کہ جی اسکی بات ہے جان نہیں چھوٹے گی۔اور اگلی بات یہ جتنے بھی حوالہ جات آپنے نقل کیے انکا سب کا جواب یہ کہ وہ فقط ان پر الزام تھا۔خود عاشق الہی نے اس پر عنوان قائم کیا کہ الزام بغاوت اور اسکی کیفیت۔یعنی بغاوت کا صرف الزام تھا حقیقت میں تو وہ اپنی سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔پھر اس عنوان کا آغاز یوں ہوتا ہے

۱۸۵۹ وہ سال تھا جس میں امام ربانی پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک ہونے کی تہمت باندھی گئی

جناب دیکھیں مولف تو کہہ رہے ہیں کہ یہ صرف الزام تھا تہمت تھی اس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ آپ لوگوں کی یہ ناویل کی سرکار کا اطلاق اللہ کی ذات پر ہوتا ہے بھی غلط ہے۔ورنہ یہ بتائیں کہ کیا گنگوہی صاحب پر اللہ سے باغی ہونے کا الزام لگایا تھا۔پھر اگر گنگوہی اللہ کا باغی تھا تو انگریز حکومت کو کیا تکلیف تھی کہ ان کے خلاف تحقیقات کر رہی تھی۔؟ پھر یہ بھی بتائیے کہ جب بغاوت اللہ سے کی تھی تو انگریزی کورٹ میں صفائی کیلئے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اسی میں کہ

<u>آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہی ثابت رہے</u> (تزکرۃ الرشید ج ا ص ۱۲۰)

کیا وہ اللہ کا خیر خواہ تھا؟ کیا رب العزت کو بھی خیر خواہی کی ضرورت پیش آتی ہے؟ ہم قارئین سے عرض کرتے ہیں کہ وہ خود تزکرۃ الرشید کا عنوان الزام بغاوت اور اسکی کیفیت کا مطالعہ کریں۔انشا اللہ حقیقت خود بخود واضح ہوجائے گی۔

حوالہ نمبر ۴ ۔قاسم نانوتوی، گنگوہی اور حافظ ضامن انگریز کی حمایت میں لڑے اور ضامن قتل ہوئے۔تزکرہ ص ۷۴۔۷۵۔

اس کا جواب دیتے ہوئے ملاں ساجد اور مجاہد نے یہ کہا کہ ہم نے بار بار یہ حوالہ چیک کیا ہمیں نہیں ملا۔اور تاریخ کا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ حافظ ضامن شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف شہید ہوئے۔

ازالہ: لگتا ہے حضرت صاحب کی بصیرت کے ساتھ بصارت بھی جا چکی۔جناب اگر غور سے پڑھ لیتے تو آپکو نظر آجاتا مگر جنکی آنکھوں پر تعصب کی پٹی ہو وہ حقائق کو قبول نہیں کرتے۔مگر آئیے ہم آپ کو وادی یقین میں لے چلتے ہیں۔مولف لکھتے ہیں

ایک دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ امام ربانی اپنے رفیق جانی اور طبیب روحانی حاجی صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے بھاگنے یا ہٹنے والا نہ تھا۔اور سرکار پر جانثاری کے لئے تیار ہوگیا۔(تزکرۃ الرشید ج ا ص ۷۵)

آگے لکھا کہ

اور حافظ ضامن زیر ناف گولی کھا کہ شہید بھی ہوئے (ایضا)

جناب اب بتائیں کہ یہ وظیفہ کس کو پڑھنا چاہیے۔

پھر آپکے ایک اور مولوی صاحب لکھتے ہیں

جب ۱۸۵۷ کا ہولناک حادثہ ختم ہوا تو حکومت برطانیہ نے ہر اس شخص کو تختہ دار پر لٹکا دیا یا گولی کا نشانہ بنا دیا جس کے متعلق ذرا بھی شبہ تھا۔ چنانچہ حاجی صاحب قاسم نانوتوی اور گنگوہی کے وارنٹ جاری کیے گئے، حضرت حاجی صاحب مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے اور حضرت گنگوہی و نانوتوی روپوش ہو گئے لیکن مخبر کی خبر رسانی سے آپکو گرفتار کیا گیا۔۔ بالآخر جب حکومت کو کوئی ثبوت آپ کے خلاف نہ ملا تو رہا کر دیا گیا (پچاس جلیل القدر علماص ۳۵)

اب میرا سوال ہے کہ تاریخ کے ادنی طالب علم کو تو پتہ ہے کہ گنگوہی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ مگر حکومت برطانیہ کو کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ پھر جس کے متعلق شبہ بھی تھا اس کو بھی قتل کر دیا۔ مگر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والے کھلے عام گھومنے لگے۔ جیسا کہ دیوبندیوں نے لکھا کہ نانوتوی ۳ دن روپوش ہونے کے بعد کھل کر گھومنے لگا۔ لہذا یہ کہنا کہ انہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کیا یہ حقائق کو مسخ کرنا ہے۔ عاشق الہی صاحب لکھتے ہیں

آخر جن تحقیقات اور پوری تنقیش و چھان بین سے کالشمس فی النہار ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے۔ (تزکرۃ الرشید ج ا ص ۷۹)

لہذا الزام کو حقیقت بنا کر پیش کرنا آپ کا جھوٹ و فراڈ ہے۔

حوالہ نمبر ۵۔ شاہ اسماعیل نے انگریز کی حمایت میں لڑنے کا فتوی دیا (حیات طیبہ ص ۳۶۴)

شبہ: سیرت سید احمد شہید سے چند حوالہ جات نقل کر کے کہا کہ ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ سید صاحب کی جماعت انگریزوں کے خلاف تھی۔ اور مرزا حیرت دہلوی اس بیان کو نقل کرنے میں منفرد ہیں۔ اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو شاہ صاحب ۱۸۵۷ سے پہلے ہی شہید ہو چکے تھے لہذا پہلے والے حالات کو بعد پر فٹ کرنا بے سود اور زا دجل و فریب ہے۔

الجواب۔ پہلی بات تو مرزا حیرت دہلوی منفرد نہیں بلکہ یہ حوالہ سوانح احمدی ص ۵۷ میں بھی موجود ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا اسماعیل دہلوی وعظ فرما رہے تھے، تو ایک شخص نے مولانا سے یہ فتوی پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے کہ نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد درست نہیں۔ (سوانح احمدی ص ۵۷)

مزید سنیے۔ سوانح احمدی ص ۳۳۶ پر ہے

اس سوانح اور مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا (سوانح احمدی ص ۳۶۶)

آیئے اب ہم ان دونوں کتب کی تصدیق آپ کے گھر سے کروا دیں۔

منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں

دوسری کتاب مرزا حیرت مرحوم کی حیات طیبہ ہے جو شاہ اسماعیل کی نہایت مبسوط سوانح عمری ہے (الفرقان شہید نمبر ۱۳۵۵ھ ص ۵۵)

ابوالحسن ندوی نے بھی اس مستند تسلیم کیا اور اسکے مطالعہ کی طرف رغبت دلائی۔ (تقویۃ الایمان ص ۷)

اسی طرح مولوی سرفراز نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں اس کتاب کو معتبر قرار دیتے ہوئے بطور ثبوت پیش کیا ہے (عبارات اکابر ص

۵۶،۵۸،۶۲)

اور جہاں تک سوانح احمدی کی بات تو ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں

سوانح احمدی وتواریخ عجیبہ اردو، پہلی سید صاحب کے حالات میں مشہور کتاب ہے جس سے سید صاحب کے حالات کی بہت اشاعت ہوئی (سیرت سید احمد از ابوالحسن ندوی ص ۸)

اسی طرح حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری جو حضرت سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں ۔(نقش حیات ص ۴۱۸)

۲۔باقی آپ کے پیش کردہ حوالوں کا جواب اپنے ہی گھر کے مولف سے سنئے ۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب اور دوسرے متعصب مولفوں نے سید صاحب جیسے خیر خواہ اور خیر اندیش سرکار انگریزی کے حالات کو بدل کر ایسے مخالفت کے پیرائے میں دکھلایا ہے کہ جس سے ہماری فاتح قوم کو آپ کے پیرولوگوں سے سخت نفرت ہوگئی (سوانح احمد ص ۲۲۶)

اب گزارش ہے کہ خدارا سید صاحب کو انگریز کا مخالف ثابت کا ظلم مت کریں ۔اور تاریخ کو مسخ مت کیجئے ۔

۳۔اگلی بات غلام مہر صاحب وہ پہلے مورخ جنہوں نے سید صاحب کو انگریزوں کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ۔اس سلسلہ میں ان کا بیان بھی پیش خدمت ہے

میں مجاہدین کی شان وآبرو بہر حال قائم رکھنے کا قائل ہوں اگر چہ وہ بعض سابقہ بیانات اور توجیہات سے عین مطابق نہ ہو (افادات مہر ص ۲۳۱)

لہذا ایسے متعصب مورخ کی بیان کردہ بات خود بخود ہی غیر معتبر ہوگئی ۔اور پھر سوانح احمدی وغیرہ کا مستند ہونا ہم آپ کے گھر سے پیش کر چکے ۔اور پھر اوپر بیان ہو چکا کہ وہ لوگ جو سید صاحب کو انگریزوں کے خلاف ثابت کرتے ہیں متعصب ہیں ۔لہذا متعصب مورخین کے مقابلے میں مستند چیزوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہے ۔

۴۔چوتھی بات یہ کہنا کہ اس وقت کے حالات کے مطابق جہاد کا فتوی درست نہیں تھا تو آیئے سنیئے آپ کے مسلک کے ایک پیر صاحب لکھتے ہیں کہ چنانچہ ۱۷۷۲ء میں شاہ عبدالعزیز نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دے دیا (علمائے دیوبند کا تاریخی پس منظر ص ۸)

اس سے ثابت ہوا کہ اس وقت جہاد درست تھا ۔اور آپکی تاویل تفل تسلی کے سوا کچھ بھی نہیں ۔

پھر دیکھیں خالد محمود صاحب لکھتے ہیں

جن لوگوں نے مسلمانوں کے اس مرکزی اعتماد کو ٹھیس پہنچائی اور انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے ہندوستان کو دارالسلام ٹھہرایا ۔انہوں نے شاہ عبدالعزیز کے فتوے کو غلط قرار دیا اور مولانا اسماعیل شہید کی تحریک جہاد کی مخالفت کی اور مسلمانوں میں دو محاذ قائم کر دیے ۔(شاہ اسماعیل ص ۱۶)

اس عبارت میں خالد محمود صاحب نے لکھا کے انگریز کے حامیوں نے تین کام کیے

۱۔ہندوستان کو دارالسلام کہا۔

۲۔تحریک جہاد کی مخالفت کی۔

۳۔مسلمانوں میں تفریق پیدا کی۔

قطع نظر اس کے یہ تینوں باتیں شاہ اسماعیل میں پائیں جاتیں ،ہم صرف دوسری چیز پر توجہ دلانا چاہتے ہیں ہو ہے تحریک جہاد کی مخالفت ۔یعنی بقول

خالد محمود صاحب جن لوگوں نے اس وقت تحریک جہاد کی مخالفت کی وہ انگریز کے حامی تھے اوراوپر ہم حوالہ جات نقل کر آئے کہ اسماعیل نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی مخالفت کی ۔اب پرستان دیوبند کا یہ کہنا کہ جی پہلے کے حالات کو بعد پر فٹ کر دجل وفریب ہے یہ ان کا اپنا فراڈ و دجل ہے۔کیونکہ بقول خالد محمود اس وقت جہاد جائز تھا۔اس لئے تو اس کا مخالف انگریز کا ایجنٹ ٹھہرا۔اور پھر پیر صاحب نے بھی شاہ عبدالعزیز کے فتوی جہاد کا ذکر کیا۔

پھر جہاں تک ہندوستان کو دارالسلام کہنے کی بات مرزا حیرت دہلوی شاہ اسماعیل کا بیان نقل کرتے ہیں

ایک تو ہم ان رعیت ہیں۔دوسرے ہمارے مذہبی ارکان ادا کرنے میں وہ ذارا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے(حیات طیبہ ص ۲۹۶)

اور سرفراز صفدر صاحب نے دارالسلام کی یہی تعریف نقل کی ہے۔(ازالتہ العیب ص ۱۰۷)

اسی طرح جہاں تک امت کو دو محاذ میں لڑانے کی بات تو آیئے ہم اس پر ٹھوس حوالہ پیش کر کے بات ختم کرتے ہیں۔

دیوبندی مولانا سید احمد رضا بجنوری نے لکھا کہ

۞ ......:''افسوس ہے کہ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانان ہند وپاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہےاور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں، دو گروہ میں بٹ گئے ہیں، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی، ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔

(انوار الباری ج ۱۱ ص ۱۰۷)

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی، ہی اس لئے تھی تا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر فرقوں میں تقسیم کیا جائے۔اس بات کا اقرار خود اسماعیل دہلوی نے کیا اور دیوبندیوں کے حکیم الامت، مجدد، مفسر اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا،

۞ ......:اسماعیل دہلوی نے کہا کہ ''مجھے اندیشہ ہے کہ اس [تقویۃ الایمان] کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی......گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۸۴)

۞ ......:اسماعیل دہلوی کے نئے ''وہابی'' مسلک کا رد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگروں نے خوب کیا، حضرت مولانا منور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اسماعیل دہلوی کے ہم عصر و ہم درس تھے انہوں نے اسماعیل دہلوی کے رد میں ''متعدد کتابیں لکھیں، اور ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد کیا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔......جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی''

(آزادی کی کہانی آزاد کی زبانی از عبدالرزاق ملیح آبادی ص 36)۔

اسی محاسن موضح قرآن کے مصنف نے بھی اقرار کیا کہ شاہ اسماعیل کی تحریک کے نتیجے میں دو جماعتیں قائم ہو گئی تھیں۔(محاسن موضح قرآن ص ۵۰)

تحریک بالاکوٹ کہ حوالے سے یہ گفتگو کافی ہے۔اس تحریک سے متعلقہ باقی اعتراضات پر گفتگو پھر کبھی۔تفصیل کے لئے حقائق تحریک بالاکوٹ ،سید احمد شہید کی صحیح تصویر وغیرہما ملاحظہ کریں۔

حوالہ نمبر ۲:یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ ممد ومعاون سرکار ہے۔(سوانح قاسمی ص ۹۴)

شبہ: پہلی بات تو یہ کی کہ انگریز اہل مدرسہ سے ملنے آیا تھا لڑنے نہیں۔اور دوسری بات یہ کہ معائنہ کی تحریر ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ یہ مدرسہ سرکار کے خلاف تھا کیونکہ حقیقت میں اگر مدرسہ معاون سرکار ہوتا تو معاہدہ میں اس کا اظہار نے معنی ہوتا (ہدیہ بریلویت ۴۹۳)

ازالہ: جواباً عرض ہے کہ وہ سی آئی ڈی کا آدمی تھا۔جب مخالفین مدرسہ نے جھوٹی شکایتوں کے ذریعہ سے حکومت کو مدرسہ سے بدگمان کیا تو انہوں نے تفتیش کے لئے گورنر نے اسے بھیجا۔جیسا کہ خود مجاہد صاحب نے قاری طیب کا بیان نقل کیا کہ مخالفین مدرسہ نے ہمیشہ اس کو حکومت کی نظروں میں مشتبہ کرنا چاہا۔اس لئے ضابطے کے طور پر گورنر کے آدمی نے شکائیتوں کی انکوائری رپورٹ میں اس کے سوا اور لکھنا ہی کیا تھا کہ یہ مدرسہ معاون سرکار ہے؟۔

اور ہو سکتا ہے کہ مدرسہ کے وہ ممبران جو سرکار انگریزی کے جانے مانے نمک خوار تھے انہوں نے یہ تحریر لکھوائی ہو تا کہ اپنی وفاداری بھی ریکارڈ کا حصہ رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

حوالہ نمبر۷: مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حالی پنشنرز تھے۔(سوانح قاسمی ص ۹۵)

شبہ: یہ کہا کہ کیونکہ قاسم صاحب انگریز کے مخالف مشہور تھے تو مصلحتاً ان کو پیچھے اور ایسے لوگوں کو آگے رکھا جاتا تھا جو انگریز کے نمک خوار تھے۔یہ بھی کہا گیا کہ انگریزوں نے مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھائے تھے ایسے میں کون مسلمان انگریزوں لیس تعلق کا روادار ہوگا۔

ازالہ: بجائے اس کے ہم کچھ جواب عرض کریں مناظر احسن گیلانی کا یہ بیان ہی جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لیے کافی ہے۔لکھتے ہیں

دیوبند میں مدرسہ عربی قائم ہوا تھا اس سے اپنے تعلق کو سید امام الکبیر قطعاً پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتے تھے جن مجلس شوری کے ارکان کے میں شریک تھا وہی طبع بھی ہوا اور شائع بھی ہوا تو یہ کہنا کہ ابتداء میں حضرت والا سیاسی مصلحت کے پیش نظر اس مدرسہ سے تعلق نہیں رکھنا چاہتے تھے۔جس پر حکومت کی نظر پڑ سکتی ہو۔بجز ایک خود تراشیدہ مفروضہ کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے(سوانح ج ۲ ص ۲۴۶)

اور اگر بالفرض قاسم نانوتوی صاحب کا نام ابتداء میں نہیں آیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ ان کو مدرسے کا بانی تسلیم نہیں کرتی۔مناظر صاحب لکھتے ہیں

سچی بات یہی ہے، یہی واقعہ ہے اور اس کو واقعہ ہونا بھی چاہیے کہ جب جامعہ قاسمیہ یا دیوبند کے دارالعلوم کی جب بنیاد پڑی تو سید الامام الکبیر اس وقت مدرسہ میں موجود نہ تھے۔(سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۴۸)

پھر اگر قاسم نانوتوی صاحب اتنے ہی بدنام تھے تو ان کو میرٹھ سے بطور صدر مدرس کیوں بلایا گیا (ج ۲ ص ۲۵۰)

اور ایک غور طلب بات یہ بھی ہے کہ غدر ۱۸۵۷ میں ہوا اور دیوبند کا مدرسہ قائم ہوا ۱۸۶۷ میں۔تو درمیان میں ۱۰ سال تھے۔اور غدر کے دو سال کے اندر ہی یہ سب بے قصور ثابت ہو کر رہا ہو گئے تھے اور قاسم نانوتوی تو گرفتار بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ حکومت کی نظر میں ان خلاف کوئی الزام ہی ثابت نہ ہو سکا تھا۔اور یہاں سوال شخصیات کا نہیں ادارے کی پالیسیوں کا ہے۔اگر واقعی یہ مدرسہ برطانوی سامراج کے خلاف سرگرمیوں کا اڈا تھا تو کب تک حکومت کی نظروں سے پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ایک طرف تو جس پر شبہ بھی تھا اسے بھی قتل کر دیا گیا۔مگر انگریز کے خلاف جہاد میں سپہ سالاروں کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملا اور اس کے بعد وہ مدرسہ میں بھی یہ کام سرانجام دیتے رہے۔تو ان سب باتوں کا جواب ہم مولف تزکرۃ الرشید کے الفاظ

میں دیے ہیں کہ یہ صرف الزام اور تہمت تھی حقیقت میں تو وہ اپنی سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔

اسی مدرسہ کے حوالے چند مزید حقائق بھی پیش خدمت ہیں

عبیداللہ سندھی صاحب کومدرسے سے سیاسی اختلافات کا سہارہ لے کراس لئے الگ کیا گیا کہ ان کی وجہ سے انگریزوں خلاف جزبات ابھر رہے تھے۔جبکہ

یہ بات دارالعلوم کے ارباب اہتمام کونا گوارگزری ۔کیونکہ ان دونوں درسگاہوں کے اصحاب نظم ونسق حکومت کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے(المعارف جولائی۔ستمبر ۱۹۹۶صفحہ۱۷)

مزید لکھتے ہیں

حافظ محمد احمد،مولانا قاسم کے فرزند تھے۔حافظ صاحب یوپی حکومت سے خوشگوار تعلقات رکھتے تھے(ایضا)

اسی طرح الہدی میں ہے

جمعیت گورنمنٹ انگلشیہ کی (جس کے ظل عافیت میں،ہم نہایت آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کرتے ہیں۔۔۔)پوری وفادار رہے گی(الہدی بابت رجب ۱۳۲۸ص ۳۸)

آخر میں مزید تسلی کے لئے ہم پروفیسر ایوب صاحب کا بیان نقل کیے دیتے ہیں جس سے معاملہ بالکل صاف ہوجاتا ہے۔

ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی کا بیان نقل کرے ہوئے لکھتے ہیں

یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے(مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷)

اسی سے آج دنیا کی نگاہوں میں ہوئے رسوا

محبت میں جسے ناعمر اپنا رازداں سمجھے

حوالہ نمبر۸ ۔سوانح قاسمی سے ایک حوالہ نقل کیا گیا تھا جس میں قاسم صاحب پولیس کوحکم دیتے ہیں تو وہ فوری اس کی تعمیل کرتے ہیں(سوانح قاسمی ج اص ۳۲۴ تا ۳۳۰)

یہ حوالہ نقل کرکے جوتنقید کی گئی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں

مولوی قاسم صاحب اگر حکومت کے باغیوں میں سے تھےتو پولیس کا محکمہ ان کا اس قدر فرمانبردار کیوں تھا؟

شبہ:اسکے جواب میں کہا کہ

یوں تھا کہ وہ اللہ کے تابع فرمان تھے ۔جو اللہ تعالی کے تابع فرمان ہوجائیں ان کی یہی شان ہوتی ہے پھر یہ کہا کہ اس قصبے کے ایک عام سے تھانیدار نے بات مان لی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ ان کا تعلق انگریز سے ہے۔(ہدیہ بریلویت صفحہ ۵۰۲)

الجواب:سبحان اللہ کیا جواب ہے ۔میں کہتا ہوں کہ نانوتوی صاحب اتنے ہی اللہ والے تھے تو انہیں بقول قاری طیب دس سال چھپنے کی کیا ضرورت تھی ۔؟اورآپ خودلکھ آئے کہ مصلحت کے پیش نظران کا نام پوشیدہ رکھا گیا کیوں؟ کیاوہ اس وقت اللہ کے تابع فرمان نہیں تھے؟

جہاں تک دوسری بات کا تعلق کہ یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ انکا تعلق انگریز سے ہےتو جناب اگر آپ نے تعصب کے بغیر اس واقعہ کو پڑھا ہوتا تو معاملہ

صاف ہو جاتا کیونکہ قاسم صاحب کہہ رہے ہیں کہ

اس کا نام کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی

اتنا یقین کامل کیسے کہ اسکی نوکری نہیں جائے گی؟ یہ بات اس کی وضاحت کر رہی ہے کہ تعلق اوپر تک ہیں۔

حوالہ نمبر۹۔ پھر سوانح قاسمی سے ایک روایت نقل کی گئی جس میں ہے کہ شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نے انگریزوں کی صفوں میں خضر کو دیکھا تو اس پر یہ تنقید نقل کی گئی

جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزوں کے ساتھ تھی تو ان باغیوں کے لئے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلے میں لڑنے آئے تھے۔(ہدیہ ص۵۰۴)

شبہ: جواب دیتے ہوئے لکھا کہ ان پر وہی حکم ہے جو سعیدی صاحب حضرت موسیٰ پر لگائیں گے جو حضرت خضر سے لڑ جاتے تھے؟

ازالہ: ہم یا سعیدی صاحب کون ہوتے ہیں حکم لگانے والے ہاں بطور امر واقعہ اتنا عرض کیا جا سکتا ہے کہ جس چیز کو انہوں نے شریعت کے خلاف سمجھا ٹوکا۔اور جب انہیں پتہ چلا کہ یہ حکم ربی ہے تو اس کے باوجود بھی انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا ہو تو اس کا ثبوت آپ کے ذمے ہے۔لیکن یہاں فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے ذریعے خضر کی صورت میں خدا کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو لوگ انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے ہمارا سوال انہیں کے متعلق ہے۔

پھر یہ کہا کہ چلیں آپ نے یہ مان لیا کہ دیوبند والے انگریز کے خلاف لڑے تھے۔

جناب یہ واقعہ آپ کے گھر کا ہے اور اس پر ہم الزام قائم کیا ہے تسلیم نہیں کیا۔اور یہ سب کچھ آپ کے کہنے سے لازم آتا ہے۔اس حوالے کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہاں دشمنی کی آڑ میں دوستی نبھائی جا رہی ہے۔جب یہ مان لیا کہ انگریز کو تائید ایزدی حاصل ہے تو پھر ان کے خلاف جہاد کیسا؟

ان تمام حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ دیوبندی اپنی رحمدل گورنمنٹ کے دلی خیر خواہ تھے اور ان کو انگریز کا مخالف کہنا یہ ان پر الزام و تہمت ہے اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنا ہے۔

سگ مدینہ قادری رانا